علاج ہومیو پیتھک نہیں مکمل سرجری ہونی چاہیے!

تحریر: سہیل احمد لون

2001ء کی بات ہے جب افغانستان میں جنگ کے دوران چھ برطانوی فوجی ہلاک ہوگئے۔ان کی میتیوں کو برطانیہ لایا گیا جہاں سرکاری اعزاز کے ساتھ تدفین کی گئی۔سوشل میڈیا پر ان کی تصاویر شائع ہوئیں جن کے نیچے لوگوں نے اُن کے لواحقین سے اظہار ہمدردی اور یکجہتی کرتے ہوئے مختلف کلمات تحریر کیے۔ اظہر احمد نامی ایک نوجوان نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے یہ تحریر کر دیا کہ "all soldiers should die and go to hell"۔گو کہ برطانیہ میں آزادی اظہار پر کوئی پابندی نہیں،اس کے علاوہ کسی ایسے شخص کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرنا جو اس دنیا میں موجود نہ ہو تو وہ (Libel) کے زمرے میں بھی نہیں آتا۔فیس بک پر اظہر کے کمنٹس ہلاک ہونے والے فوجی کے گھر والوں نے پڑھے جس پر ان کو غصہ بھی آیا اور رنج بھی ہوا۔انہوں نے پولیس میں رپورٹ درج کروائی۔ جس کے بعد اظہر احمد کے خلاف قانونی کارروائی مکمل کی گئی۔عدالت نے اظہر احمد کو تین ہزار پاؤنڈز جرمانہ کے علاوہ 240 گھنٹے کیمونٹی سروس کی سزا سنائی۔فیس بک سے اس کے کمنٹس بھی ہٹا دیے گئے۔جج نے کہا کہ یہاں آزادی رائے کی آزادی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اخلاقی ذمہ داری کا احساس نہ کیا جائے۔وطن عزیز میں کچھ عرصے سے ایک خاص طبقہ صرف اس بات کی تشہیر کر رہا ہے کہ ملک کی موجودہ قابل رحم صورت حال کی ذمہ دار پاک فوج ہے۔اس مکروہ کام میں کچھ سیاسی اکابرین، چند دانشور حضرات اور کچھ میڈیا نمائندگان بھی شامل ہیں۔اگر ان حضرات کو زندگی میں ایک بار آگ برساتے سورج تلے تپتے صحراؤں میں فوجی مشقوں میں ساتھ شامل کر لیا جائے تو فوج کے خلاف ان کا سارا بخار اتر جائے گا۔پاکستان کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کسی آمر نے جب بھی شب خون مارا ہے تو اس کا راستہ ہمیشہ سیاستدانوں نے ہی ہموار کیا ہے۔چند آمروں کی ''جرنیلیت'' کا ذمہ دار ساری فوج کو قرار نہیں دیا جا سکتا۔آزادی رائے کی آڑ میں عوام کے ذہنوں میں افواج پاکستان کا امیج خراب کرنا نہ صرف اخلاقیات کے منافی ہے بلکہ ملک وقوم سے غداری ہے۔گزشتہ دنوں افواج پاکستان کے 23 جوانوں کو طالبان نے صرف شہید ہی نہیں کیا بلکہ ان کی گردنیں کاٹنے کے بعد ان کی لاشوں کی بے حرمتی کرنے کی شرمناک ویڈیو بھی جاری کی۔چار برس طالبان کے ظلم وبربریت کا نشانہ بننے والے بالآخر "ظالمان کی شریعت کے شر " کی نذر ہوگئے۔ پرویز رشید نے بالکل درست کہا ہے کہ ''ایسا ظالمانہ اور سفاکانہ سلوک تو بھارت نے بھی ہمارے جنگی قیدیوں کے ساتھ نہیں کیا تھا''۔فوج کی بے شمار قربانیوں کے باوجود ایک خاص گروہ عوام الناس کو پاک فوج سے بدظن کرنے کی کوشش میں سرگرداں ہے۔ کہتے ہیں کہ ''یہ بندوق نہیں اس کے پیچھے انسان ہے جو اس کو چلا رہا ہے''۔یہ انسان نہیں اس کا جذبہ ہوتا ہے جو اس کو بندوق اٹھا کر چلانے کی طاقت دیتا ہے۔ یہ طاقت عوام کی دعاؤں اور بھروسے کی مرہون منت ہوتی ہے۔ ہماری فوج کو صرف قومی حمایت اور اعتماد کی ضرورت ہوتی ہے۔کراچی میں ایم کیو ایم کا پاک فوج کے ساتھ یک جہتی کا دن منانا خوش آئند ہے۔دیگر سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں کو بھی

اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ جنرل راحیل شریف سے بھی یہ توقع ہے کہ وہ ہومیوپیتھی سے علاج کرنے کی بجائے، اینٹی بائیوٹک اور آپریشن سے طالبان کے سرطان کا علاج کریں۔ جرمن زبان میں ایک کہاوت ہے جس کا ترجمہ ہے کہ ''حاملہ ہے یا نہیں اس کے درمیان میں کچھ نہیں ہوتا''۔ طالبان کے ساتھ حکومت کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے مذاکرات یا آپریشن اس کے درمیان میں کچھ نہیں' وہ نہ ہی مذاکرات کر پا رہے ہیں اور نہ ہی انکے خلاف آپریشن۔ کہتے ہیں کہ Kill it before it kill to you۔ طالبان کے ہاتھوں ذبح ہونے سے بہتر ہے ان کو مارتے ہوئے میجر جہانزیب شہید کی طرح سینے میں گولی کھا کر وقار سے مرا جائے۔ مذاکرات کے شوقین حضرات کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ مذاکرات یا معاہدات میں جو فریق اپنی طاقت کا لوہا منوا کر ٹیبل پر بیٹھے تو مذاکرات اور معاہدات یک طرفہ ہو جاتے ہیں۔ طالبان کی شرپسندی کے خوف سے ان سے مذاکرات یا معاہدات کرنا ان کے مکروہ عزائم کو مزید تقویت بخشے گا۔ سب سے بڑھ کر مذاکرات کے لیے دونوں فریقین کا انسان ہونا لازمی شرط ہے۔ طالبان نہ تو انسان ہیں نہ ہی حیوان، ان جیسا سفاک تو آج تک کائنات میں درندہ بھی نہیں دیکھا گیا۔ طالبانی شریعت میں تو بارودی جیکٹ پہن کر پھٹنا سیدھا جنت میں لے جاتا ہے۔ ملک میں امن لانا ہے تو طالبان کو ان کی پسندیدہ ترین جگہ پہنچانے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ ایف سی کے 23 جوانوں کی شہادت کے بعد کراچی میں دو مختلف مقامات سے اسلحہ بارود کی بھاری مقدار برآمد ہوئی ہے، پاک فوج کی کارروائیوں میں متعدد دشدت پسند مارے گئے جو 23 جوانوں کی شہادت کا ردعمل لگتا ہے۔ وطن عزیز کو خارجی طاقتوں سے زیادہ اندرونی خارجی دہشت گردوں سے خطرہ ہے۔ دنیا میں آج بھی تقریباً 19 ممالک ایسے ہیں جن کی اپنی کوئی فوج نہیں مگر پاکستان کی جغرافیائی صورت حال ایسی ہے کہ اسے صرف فوج ہی نہیں بلکہ نہایت ہی پیشہ ورانہ فوج کی ضرورت ہے۔ پاکستان ایٹمی قوت تو بن گیا مگر جب تک فوج اور حکومت کو عوامی اعتماد کی طاقت نصیب نہ ہو تو وہ ملک دشمن عناصر کے خلاف کامیابی سے نبرد آزما نہیں ہو سکتے۔ دہشت گردی کی لپیٹ میں آنے کی وجہ سے بین الاقوامی طور پر بھی ہمارے ملک کی ساکھ بے حد متاثر ہوئی ہے۔ گزشتہ پانچ برسوں میں پاکستان میں کوئی کرکٹ کھیلنے نہیں آیا، اب آہستہ آہستہ پاکستانی ٹیم کو اپنے ممالک میں مدعو بھی کم کیا جانے کا پلان ہے۔ دہشت گردی کی آگ میں جھلستی ہوئی مظلوم عوام افواج پاکستان سے امید لگائے بیٹھی ہے۔ ان کی حفاظت کرنے والوں کے گلے کاٹ کر لاشوں کو سڑکوں پر پھینکا جائے گا تو ان کے ذہنوں میں سوالیہ نشان تو آئے گا۔ اب دہشت گردی کے خلاف جنگ فوج کے وقار کا مسئلہ بھی ہے۔ پاک فوج کو اب دہشت گردوں کو واضح پیغام عملی طور پر دینا ہوگا۔ جنرل کیانی کے بارے میں بعض حلقوں میں یہ تاثر پایا جاتا تھا کہ یہ ہومیوپیتھک جنرل ہیں جن کی میٹھی گولی نے طالبان پر ذرا بھی اثر نہیں کیا۔ اب کیا جنرل راحیل شریف سرجن کے روپ میں آپریشن کریں گے؟ کیا آزادی رائے کے نام پر فوج کے خلاف پراپیگنڈا کرنے والوں کو بھی اینٹی بائیوٹک کی ڈوز دی جائے گی؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جنگ صرف طالبان سے ملک وقوم کو بچانے کی جنگ ہی نہیں بلکہ یہ افواج پاکستان کے ادارے کی بقاء کی جنگ بھی ہے۔ وہ جن کے ذہنوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ آپریشن کی کامیابی کے امکانات 40 فیصد ہیں' اُن کی اخلاقی حالت یہ ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جمائما خان سے کامیاب ازدواجی زندگی کے امکانات 10 فیصد بھی نہیں' وہ شادی سے باز نہیں آئے لیکن افواج پاکستان کے 40 فیصد امکانات (اگر ہیں بھی تو) بھی شکست بنا کر پیش کیے جا رہے ہیں۔ مجھے کبھی بھی عمران خان سے اس احمقانہ

استدلال کی توقع نہ تھی کہ ’’اگر آپ کے مذاکرات ناکام ہو جاتے ہیں تو آپ آپریشن کر سکتے ہیں لیکن اگر آپریشن ناکام ہو جاتا ہے تو پھر ہم کیا کریں گے؟‘‘ مجھ سمجھ نہیں آیا کہ عمران خان نے یہ کس طرح سوچ لیا کہ افواجِ پاکستان کا آپریشن ناکام ہو سکتا ہے۔ وہ آج بھی مجھے ایک چھوٹا سا بچہ دکھائی دیتا ہے جو اپنی ماں کی محبت میں مبتلا ہو کر قومی فیصلے کر رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عمران خان اپنی والدہ سے بہت محبت کرتے تھے اور انہوں نے اُن کے نام پر شوکت خانم جیسا خیراتی ہسپتال تعمیر کروایا لیکن اب انہیں یہ سمجھ آ جانی چاہیے کہ وہ پاکستان کی دوسری بڑی سیاسی جماعت کے سربراہ ہیں، یہ ٹھیک ہے اُن کی والدہ کا تعلق شمالی وزیرستان سے تھا لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کے تمام طالبان اُن کے ماموں بھی ہیں۔ جن کو بچانے کیلئے وہ ریاستِ پاکستان کے سب سے اہم ادارے کو بھی اپنے ماموؤں کی فوج سے کمتر ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ جو شخص اپنے بچوں کو پاکستانی بچوں سے میل ملاپ رکھنے کی اجازت نہیں دے رہا، ہم بھی کتنے سادہ ہیں کہ اُس سے یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ پاکستان کے تمام بچوں کو یکساں سہولتیں فراہم کرے گا۔ فی الحال تو عمران خان کو آنے والے سینٹ کے الیکشن کی طرف توجہ دینی چاہیے اور اس بار غریب اور باصلاحیت تحریکی ورکروں کو موقع ملنا چاہیے مگر آپ دیکھ لیجیے گا کہ جن لوگوں کے نام سینٹ کیلئے سامنے آئیں گے اُن میں جہانگیر ترین، جسٹس وجیہہ الدین، فوزیہ قصوری اور علیم خان جیسے لوگوں کے نام ہوں گے اور غریب ورکر کہیں دور دور تک نظر نہیں آئیں گے۔ یہ ہے وہ اسلامی عدل اور طالبانی شریعت جس کی حمایت اپنے سونامی خان کر رہے ہیں۔ پاکستان دہشتگردی اور عمران خان دولت گردی کا شکار ہو چکے ہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

21-02-2014.

sohailloun@gmail.com